نام کتاب	:	اردو نثر میں سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم
مصنف	:	ڈاکٹر انور محمود خالد
ناشر	:	اقبال اکادمی پاکستان ، لاهور
صفحات	:	۸۵۲
قیمت	:	۱۷۵ روپے

مسلمانوں نے جن علوم و فنون کی آبیاری کی ان میں قرآن حکیم اور سیرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سر فہرست ہیں ۔ مسلمان دنیا کے جس خطے میں گئے، وہاں انہوں نے قرآن حکیم کی تدریس اور سیرت نبوی کی ترویج کا اہتمام کیا ۔ قرآن وسیرت درحقیقت علم و عمل سے عبارت ہیں ۔ اس لئے ہر مسلمان ان دونوں کی خدمت اپنے لئے دنیوی کامرانی اور آخروی نجات کا ذریعہ تصور کرتا ہے۔ چنانچہ دنیا کی کم و بیش سبھی زندہ زبانوں میں قرآن حکیم اور سیرت نبوی کے موضوعات پر مواد ملتا ہے ۔ جو ان رشد و ہدایت کے منابع کی مقبولیت، حفاظت اور قابل عمل ہونے کی دلیل ہے ۔

دنیا کی دیگر زندہ زبانوں کی طرح اردو زبان کا دامن بھی قرآن حکیم اور سیرت نبوی کے جواہر پاروں سے مالا مال ہے۔ اہل علم نے ان دونوں موضوعات پر بلند پایہ تصانیف رقم کیں ۔ سیرت کا موضوع اردو زبان میں زیادہ مقبول ہوا ۔ کیونکہ آسان اور عام فہم ہونے کے ساتھ ساتھ بہت وسیع اور متنوع بھی تھا ۔ نیز زندگی گزارنے کا عملی نمونہ فراہم کرتا تھا ، اس لئے اردو زبان میں سیرت پر لکھی جانے والی کتابوں کا دائرہ بہت پھیلا ہوا ہے ۔ یہ زندگی کے تمام پہلوؤں پر محیط ہے۔ مزید برآں اردو کے مزاج اور ہندوستانی تہذیب

وثقافت کے اثر سے سیرت کے ایسے گوشے بھی نمایاں ہوئے جو دوسری زبانوں میں چنداں اجاگر نہ ہو سکے۔

زیر تبصرہ کتاب ,,اردو نثر میں سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم،، اردو زبان کے اسی علمی سرمائے سے بحث کرتی ہے کہ اردو میں سیرت پر کیا کچھ لکھا گیا۔ گویا یہ کتاب ان مصنفین اور تصنیفات کے بارے میں معلومات فراہم کرتی ہے جو گزشتہ چند صدیوں میں سیرت کے مختلف گوشوں پر لکھی گئیں ، دست برد زمانہ سے محفوظ رھیں اور اھل علم کی دسترس میں ھیں۔

فاضل مصنف نے اپنی زیر تبصرہ علمی کتاب کو سات ابواب میں تقسیم کیا ہے۔ پہلا باب سیرت کی تعریف کے لئے مختص ہے اس باب میں سیرت کی لغوی اور اصطلاحی تعریف پیش کرنے کے بعد جناب ڈاکٹر انور محمود خالد نے بنیادی مصادر میں لفظ سیرت کا استعمال، سیرت اور نعت، سیرت اور سیرت الاولیاء، سیرت اور حیات، سیرت اور سوانح نگاری، سیرت اور تاریخ اور سیرت اور حدیث کا فرق واضح کیا ہے ۔ بعدازاں سیرت نگاری کی حدود وقیود متعین کرنے کی کوشش کی ہے۔ کتاب کا یہی حصہ زیادہ تخلیقی ہے۔ کیونکہ اس حصے میں فاضل مصنف نے بعض بنیادی تصورات اجاگر کرنے اور سیرت کا مفہوم متعین کرنے کی طرف توجہ دی ہے۔

زیر تبصرہ کتاب کا دوسرا باب سیرت کے مآخذ اور مصادر سے بحث کرتا ہے۔ اس باب میں دس بنیادی مصادر بیان کئے گئے ھیں۔ جن میں قرآن مجید ، کتب احادیث ، کتب مغازی و سیر ، کتب تاریخ، کتب تفاسیر، کتب اسماء الرجال ، کتب شمائل، کتب دلائل، کتب آثار و اخبار اور معاصرانہ شاعری شامل ھیں ۔ یوں تو فاضل مصنف اردو نثر میں سیرت نگاری کا جائزہ پیش کر رہے ھیں ۔ تاھم انھوں نے

سیرت کے مصادر کو عربی کتب تک محدود رکھا ہے۔ ظاہر ہے کہ عربی زبان کے مقابلے میں اردو زبان بہت کم عمر ہے اور سیرت نبوی کے بنیادی مآخذ عربی کے علاوہ کسی اور زبان میں نہیں ہو سکتے۔

فاضل مصنف نے قرآن حکیم پر ایک مستقل حصہ تحریر کیا ہے۔ اور دیگر کتب کو زمانی ترتیب سے شامل کرکے ان کے بارے میں اساسی معلومات فراہم کر دی ہیں۔ تاہم کتب دلائل اور کتب آثار و اخبار کے صرف نام ذکر کئے ہیں۔ اور ان کی ضروری تفاصیل فراہم نہیں کیں۔ معاصرانہ عربی شاعری بھی سیرت نبوی کے بعض پہلوؤں کا احاطہ کرتی ہے۔ اور عام سیرت نگار اس مصدر کو کم اہمیت دیتے رہے ہیں۔ جبکہ زیر تبصرہ کتاب میں اس مآخذ کے ضمن میں آٹھ شعراء سے متعارف کرایا گیا ہے۔ البتہ ڈیڑھ سو صفحات پر مشتمل یہ حصہ اردو میں سیرت نگاری کے پس منظر کے طور پر پیش کیا گیا ہے جو یقیناً کتاب کو بھاری بھر کم بنا دیتا ہے۔

اس کتاب کا تیسرا باب اردو میں سیرت نگاری کی ابتداء اور ابتدائی ارتقاء سے بحث کرتا ہے۔ یہ باب اردو میں سیرت نگاری کی ابتداء سے ۱۸۵۷ تک کے عرصے پر محیط ہے۔ اس باب کے آغاز میں برصغیر میں سیرت نگاری کی تاریخ بیان کرتے ہوئے یہ واضح کیا گیا ہے کہ اردو زبان میں سیرت نگاری کا آغاز گیارھویں صدی ہجری میں نظم سے ہوا۔ جبکہ نثر میں سیرت نگاری کا آغاز مغلوں کے دور زوال میں ہوا۔ اور محمد باقر آگاہ (م ۱۲۲۰ھ/۱۸۰۵ء) نے سیرت کے موضوع پر ,,ریاض السیر،، نامی سیرت کی پہلی کتاب تصنیف کی، اور اسی دور میں قاضی بدر الدولہ (م ۱۸۶۳/۱۲۸۰) نے ,,فوائد بدریہ ،، لکھی اس طرح اردو میں سیرت نگاری کا آغاز ہوا (ص۲۲۱)اس باب میں اردو نثر میں سیرت کی نو کتب کے باقاعدہ نمونے

شامل کئے گئے ھیں جبکہ مولود ناموں کی ایک فھرست بھی شامل کتاب ہے (ص ۲۷٦) ۔

چوتھے باب میں اردو سیرت نگاری کا باقاعدہ آغاز و ارتقاء (۱۸۵۸ ـ ۱۹۰۰) زیر بحث لایا گیا ہے۔ اس باب میں میلاد ناموں کا آغاز و ارتقاء اور ان کی افادیت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ فاضل مقالہ نگار کی رائے میں میلاد ناموں کی افادیت یہ ہے۔

,,ان مولود ناموں کا بڑا احسان یہ ہے کہ انھوں نے نیم خواندہ عوام میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت، حسب و نسب، خاندان، بعثت، ھجرت، وفات ، معجزات ، مبشرات، شمائل اور اخلاق و کردار کے بارے میں معلومات عام کرنے کی کوشش کی ،، ۔ (ص ۲۸۹) ۔

اس باب میں میلاد ناموں کی تحریر کے اسباب بیان کرکے مولود شریف شھید مصنفہ غلام امام شھید (م ۱۲۹۲ھ) اور مولود شریف حالی (م ۱۹۱۴ء) کا تفصیلی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ اگرچہ ان دونوں کتب کے انتخاب کی کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آسکی ۔ تاھم ان کے بارے میں معلومات مولود (میلاد) ناموں کا عمومی خاکہ پیش کرتی ھیں ، جن سے میلاد ناموں کی ھیئت ترکیبی اور عمومی ترتیب سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔ میلاد نامے عموماً نظم میں لکھے جاتے رھے اس لئے زیر تبصرہ کتاب میں میلاد ناموں کے بارے میں جو مواد شامل کیا گیا ہے اس کی موضوع سے مناسبت نہ ھونے کے برابر ہے۔ اس طرح زیر تبصرہ کتاب جامع مانع نہیں رھی ۔

اس طویل باب میں روایتی کتب سیرت، مغربی سیرت نگار اور ان کی کتب سیرت کے اردو تراجم اور مشرقی سیرت نگار اور ان کی کتب سیرت کے اردو تراجم جیسے اھم موضوعات کو شامل

کتاب کیا گیا ہے۔ عام قاری اس ترتیب کو دیکھ کر ایک الجھن محسوس کرتا ہے کہ مغربی سیرت نگاروں کی تصانیف کو مشرقی سیرت نگاروں کی کاوشوں پر کس لئے ترجیح دی گئی ہے ؟ حالانکہ مشرقی زبانیں عربی فارسی برصغیر میں انگریزی زبان سے طویل عرصہ پہلے مروج ہو چکی تھیں۔ اور عربی زبان نہ صرف سیرت کی اساسی زبان ہے بلکہ عربی میں چھپنے والا مواد بہت پہلے اردو میں منتقل ہونے لگا تھا۔ جس کا ذکر فاضل مصنف نے خود بھی کیا ہے۔

اردو سیرت نگاری کا باقاعدہ آغاز اور اس کے محرکات کا ذکر کرتے ہوئے فاضل مصنف نے اردو میں سیرت نگاری کے لئے عیسائی پادریوں کے اعتراضات اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر حملوں کے جواب کو بنیادی محرک قرار دیا ہے اور عیسائی پادریوں اور مشنریوں کے جواب یا رد میں لکھی جانے والی ,,مناظرانہ کتب سیرت،، کا بڑی تفصیل سے ذکر کیا ہے (ص ۳۷۰ ۔ ۴۳۳) یہ بحث اس دور کے تعلیمی پس منظر، دینی حمیت اور مسلمانوں کی فکری بیداری کی نشان دہی کرتی ہے جس نے مسلمان قوم کو نظری اور دینی حیثیت سے زندہ اور فعال رکھا اور یہی بیداری بعد میں مسلم قومیت کی بقاء اور قیام پاکستان کا سبب بنی۔ لیکن ساتھ ہی ساتھ اس بحث سے یہ تاثر بھی ابھرتا ہے کہ برصغیر میں مسلمانوں نے اردو میں سیرت نگاری کا آغاز الزامی طور پر کیا جس کا مقصد پیغمبر اسلام کے خلاف مخالفین کے اٹھائے ہوئے اعتراضات کا جواب دینا تھا۔

حالانکہ حقیقت اس کے برعکس ہے۔ کیونکہ ہر مسلمان سیرت پر لکھنا اپنے لئے دینوی کامرانی اور اخروی نجات کا ذریعہ تصور کرتا ہے مسلمان مصنفین نے سیرت نگاری کا آغاز بہت پہلے کر دیا تھا۔ جس کا ذکر فاضل مصنف نے بھی جا بجا کیا ہے۔

پانچواں اور چھٹا باب (ص ۴۳۵ ـ ٦٩٥) اردو سیرت نگاری کے عہد زریں کے لئے مخصوص ہیں ـ موضوع کے لحاظ سے کتاب کا یہ حصہ سب سے اہم ہے ـ اس طویل ترین حصے میں مولود ناموں کی اجمالی فہرست پیش کرکے آفتاب نبوت مصنفہ سید ایوب احمد (م۱۹۷۳ء) اور آمنہ کا لال مصنفہ راشد الخیری (م ١٩٣٦ء) کا تفصیلی جائزہ لیا گیا ہے ـ بعد ازاں غیر مسلم (ہندو اور سکھ) سیرت نگاروں کی کاوشیں پیش کی گئی ہیں ـ اس موضوع کے ذیل میں ایسی کتب سیرت کا ذکر کیا گیا ہے جو آریہ سماج کے طوفان کے رو میں بہہ کر پیغمبر اسلام کے خلاف لکھی گئیں یا رواداری اور ہمدردی کے جذبے سے سرشار ہو کر عالمانہ انداز میں تحریر کی گئیں ـ پہلی قسم کی کتب میں رنگیلا رسول ، تواریخ احمدی، ستیارتھ پرکاش قابل ذکر ہیں جبکہ رواداری کے طور پر تحریر شدہ کتب سیرت کی ایک طویل فہرست ہے (ص ٣٦٨ ـ ۴۷۰) ـ

زیر تبصرہ تصنیف عہد زریں کی جن کتب سیرت کو زیر بحث لاتی ہے ان کی تعداد تیرہ ہے ـ ـ اسی باب میں دیگر کتب سیرت کے عنوان سے بیسویں صدی کے نصف اول میں لکھی جانے والی کتب سیرت کی ایک طویل فہرست (ص ٦۵۵ ـ ٦٦١) شامل کتاب ہے جو اس دور میں سیرت نگاری کی وسعت کا پتہ دیتی ہے اور تحریک آزادی اور تشکیل پاکستان کے دور میں مسلمانوں کی سیرت نگاری میں دلچسپی، خدمت اور مواد کی کثرت کا بین ثبوت ہے ـ

اس علمی کتاب کا آخری باب سیرت نگاری کے عہد حاضر (١٩۴٨ ـ ١٩٨۵) کا احاطہ کرتا ہے ـ یہ باب تشکیل پاکستان کے بعد تخلیق کئے جانے والے ادب سیرت کی نشان دھی کرتا ہے ـ اس دور کی خصوصیات پر روشنی ڈالتے ہوئے ڈاکٹر خالد رقم طراز ہیں ـ

,,اس دور میں بعض ایسے روشن خیال سیرت نگار بھی منظر عام پر آئے ھیں جنھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کو نئے علوم، نئے حالات اور نئے مسائل کی روشنی میں دکھانے کی کوشش کی ہے،، (۶۹۹)۔

یہ باب اس لئے بھی اھم ہے کہ اس میں سیرت نگاری کے باب میں عصر حاضر کو موضوع بنایا گیا ہے۔ کیونکہ سابقہ ادوار کی کتب پر کچھ نہ کچھ مواد تحریری شکل میں موجود تھا ۔ جبکہ عصر حاضر کی بکھری ہوئی معلومات کو یکجا جمع کرکے سلیقہ مندی سے پیش کرنے کا سہرا فاضل مصنف کے سر ہے۔ ڈاکٹر حمید اللہ صاحب کی تصنیف ,,خطبات بھاولپور،، (مطبوعہ ۱۹۸۱ء) آخری کتاب ہے جس پر فاضل مصنف نے مفصل گفتگو کی ہے۔ گویا زیر تبصرہ تصنیف سیرت نگاری کا ۱۹۸۱ء تک لکھی جانے والی کتب کا احاطہ کرتی ہے۔

زیر تبصرہ کتاب کے مطالعہ سے اندازہ ھوتا ہے کہ فاضل مصنف نے سیرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں موجود معلومات کو ممکنہ حد تک جمع کرنے کی بھرپور کوشش کی ہے ۔ یہ کتاب سیرت نبوی کے بے شمار پہلوؤں کا احاطہ کرتی ہے۔ اس میں سیرت نگاری کے اصول و ضوابط سے لیکر مختلف ادوار میں سیرت نگاری کا بھرپور جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ گویا یہ کتاب سیرت نگاری کی ایک مرتب تاریخ ہے ، جسے تحقیق کے جدید قواعد کے مطابق زمانی ترتیب سے پیش کیا گیا ہے۔ یہ کتاب اردو کے دینی ادب میں ایک گراں قدر اضافہ ہے۔ اس علمی کاوش کے لئے فاضل مصنف کی خدمات لائق تحسین ھیں ۔

کتاب کے مطالعہ کے دوران کچھ نکات ایسے بھی سامنے آئے جن

کی جانب فاضل مصنف کی توجہ مبذول کرانا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ تاکہ وہ اس علمی تصنیف کو مزید مفید بنا سکیں۔

ہر موضوع کی کچھ مسلمہ کتب ہوتی ہیں ۔ جنھیں اساسی مصادر کا درجہ حاصل ہوتا ہے۔ تحقیقی مواد میں انھیں کتب سے استفادہ کیا کیا جاتا ہے ، جبکہ زیر تبصرہ کتاب میں یہ پہلو خاصا کمزور دکھائی دیتا ہے۔ کتاب کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ فاضل مصنف کو جو بھی مواد میسر آیا وہ شامل کتاب ہو گیا ۔ اس ضمن میں کھرے کھوٹے کو پرکھنے یا چھان بین کا عمل بروئے کار نہیں لایا گیا ۔ اگرچہ کتاب میں ثانوی اور تیسرے درجے کے مصادر و مآخذ کا استعمال عام ہے۔ تاھم اس کی ایک مثال ملاحظہ فرمائیے کہ فاضل مصنف نے لفظ ,,السیرۃ،، کا مفہوم متعین کرتے وقت عربی زبان کی مشہور قوامیس ,,لسان العرب،، اور ,,تاج العروس،، کا حوالہ دیا ہے اس کے بعد المعجم الاعظم اور مصباح اللغات کے بھی حوالے شامل کئے گئے ھیں ۔ جن کی بنیادی کتب قاموس کی موجودگی میں اپنی کوئی حیثیت نہیں ۔ اس لئے یہ دونوں حوالے بظاہر بھرتی کے سوا کچھ نہیں ۔ مزیدبرآں کتاب میں جابجا مسلمات سیرت کا ثانوی اور تیسرے درجے کے مصادر کے ذریعے رد کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ جس سے علمی دیانت اور تحقیقی روح مجروح ہو کر رہ گئی ہے۔ اس لئے یہ روش مناسب معلوم نہیں ہوتی۔

اسی طرح کتاب کا دوسرا باب ,,سیرت رسول کے مآخذ و منابع،، (ص ۴۱ ۔ ۱۹۰) کا تعلق اردو سیرت نگاری سے اسی قدر ہے کہ اردو سیرت نگاروں نے اپنا مواد انھیں مصادر سے حاصل کیا ہے۔ لیکن اس قدر طویل پس منظر نے کتاب کو غیر متوازن بنا دیا ہے۔ مزید برآں اس بھاری بھرکم پس منظر کے بعد جب فاضل مصنف اپنے اصل موضوع

اردو سیرت نگاری پر لکھتے ھیں تو بظاھر موضوع سے انصاف نہیں کر پاتے ۔ چنانچہ چند مشہور اردو کتب سیرت پر تفصیل سے لکھنے کے علاوہ وہ اکثر کتب کے یا تو نام گنواتے ھیں یا ان پر چند ھی سطور لکھ پائے ھیں ۔

فاضل مصنف نے سیرت کے مآخذ میں کتب تاریخ کو بھی شامل کیا ہے۔ یہ حقیقت سب پر عیاں ہے کہ مسلمان مورخین نے کتب تواریخ میں سیرت رسول کو موضوع بنایا اور اس پر بھرپور انداز میں لکھا ۔ لیکن اردو کتب پر بحث کرتے ہوئے فاضل مصنف نے کتب تاریخ اسلامی میں سیرت رسول کو ایک الگ صنف قرار دیا (ص ٦٨٩) جس کی چنداں ضرورت نہیں تھی ۔ کیونکہ زمانی ترتیب سے لکھی جانے والی تاریخ کی ھر کتاب میں عہد رسالت شامل ھوتا ہے۔

سیرت نگاری کا بنیادی مقصد رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ اور تعلیمات عالیہ کو پیش کرنا ھوتا ہے جو کہ وحدت ملی، یگانگت اور باھمی ھم آھنگی کا درس دیتی ھیں ۔ اس لئے کتاب کا جو حصہ مسلمانوں کو مختلف مسالک مین تقسیم کر دیتا ہے (ص ٦٦١ ۔ ٦٨٦) وہ سیرت طیبہ کی بنیادی روح سے ھم آھنگ نہیں ہے ۔

,,غیر مسلم قرار دیئے گئے احمدیوں کی بھی ،، (ص ٦٠١) یہ جملہ خاصا گمراہ کن ہے، اس جملے سے یہ تاثر ملتا ہے کہ قادیانی، میرزائی (احمدی اور لاھوری) فاضل مصنف کے عقیدے کی رو سے غیر مسلم نہیں ھین ۔ بلکہ انہیں زبردستی غیر مسلم قرار دے دیا گیا ہے ۔ حالانکہ ختم نبوت کا منکر ھر شخص باجماع امت دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

ان عقیدت مندوں نے بھی کتابیں تحریر کیں جو کسی فقہی

دبستان سے وابستہ نہ تھے (ص ٦٠١) یہ جملہ خاصا مبہم ہے کہ اس تعبیر سے کون لوگ مراد ھیں، کیونکہ برصغیر کا سواد اعظم کسی نہ کسی فقہی دبستان سے وابستہ ھوتا ہے حتی کہ اھل حدیث بھی ابن حزم اور عبدالوھاب کے مسلک سے وابستہ دکھائی دیتے ھیں۔

معاصرانہ شاعری کے ضمن میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی نعت گوئی کا ذکر نہیں کیا گیا۔ حالانکہ ان کا دیوان ڈاکٹر امین اللہ وثیر صاحب کی تحقیق کے ساتھ ستر کی دھائی میں لاھور سے طبع ھو چکا ہے۔

ایک مقام پر فاضل مصنف نے برصغیر کے نامور اھل علم سید سلیمان ندوی پر کڑے الفاظ میں تنقید کی ہے (ص ۳۸۰) یہ انداز نہ صرف معاندانہ اور غیر ثقہ ہے بلکہ علمی اور تحقیقی اصولوں سے بھی دور ہے۔

اگرچہ کتاب میں حوالوں کے اندراج کا اھتمام کیا گیا ہے اور اس بارے میں تحقیق کے جدید اصول اپنائے گئے ھیں ، تاھم بعض مقامات پر حوالے درج نہیں۔ قرآن حکیم کی آیات کا حوالہ درج نہیں ھو سکا ملاحظہ فرمائیے (ص ۳۵ ۔ ۳٦) نیز صفحہ ۱۹۳ پر بھی حوالے شامل کتاب نہیں کئے گئے۔

زیر نظر کتاب فاضل مصنف کا پی ایچ ڈی کا مقالہ ہے اس پر انہیں اردو زبان کے موضوع پر اعلی سند ملی ہے۔ اس لئے موضوع ، اس کی اھمیت اور سند کا تقاضا ہے کہ زبان ٹکسالی اور بلند پایہ ھو، لیکن کتاب کے مطالعہ سے لسانی کمزوریاں جابجا نمایاں ھوتی ھیں۔

الانسان مرکب من الخطا والنسیان کے مصداق انسان خطا کا پتلا ہے۔ زیر تبصرہ کتاب بھی انسانی سہو سے خالی نہیں رھی اس میں بھی بعض حقائق صحیح طور پر پیش نہیں ھوئے۔

ا ـ صفحه ۵۲۰ پر ابن کثیر کی تصنیف ,,تیسیر الوصول،، مذکور ہے۔ ہماری معلومات کے مطابق ابن کثیر نے ,, تیسیر الوصول ،، نامی کوئی کتاب تصنیف نہیں کی جبکہ یہ کتاب ابن الدبیع (م۹۴۴ھ) کی تصنیف ہے۔

ب ـ صفحه ۴۵۱ پر جلال الدین سیوطی (م۹۱۱ھ)کی کتاب کا نام جامع الجوامع تحریر ہے ـ جبکہ سیوطی کی کتاب کا درست نام ,,جمع الجوامع،، ہے۔

ج ـ صفحه ۵۷۲ پر بحر العلوم کی شرح مسلم کا ذکر کیا گیا ہے۔ واضح رہے کہ بحر العلوم ملا عبدالعلی لکھنوی (م ۱۲۲۵ھ) کا لقب ہے۔ کتب تذکرہ میں ان کی کوئی شرح مسلم مذکور نہیں ہے۔ البتہ انھوں نے اصول فقہ کی مشہور کتاب ,,مسلم الثبوت،، مصنفہ ملا محب اللہ بہاری کی ایک شرح فواتح الرحموت کے نام سے لکھی تھی جو مطبوعہ شکل میں ملتی ہے۔

جہاں تک کتاب کی طباعت کا تعلق ہے یہ کتاب عمدہ ٹائپ میں طبع ہوئی ہے۔ تاہم بعض مقامات پر الفاظ مدھم اور ٹوٹے ہوئے ہیں ـ اسی طرح کتاب میں پروف کی بھی کافی اغلاط پائی جاتی ہیں ـ چند ایک مثالیں پیش خدمت ہیں ـ

- سوانح عمری پیدائش اور موت کے درمیان محدود ہے تاریخ کا کوئی اور چھور نہیں ـ (ص ٢٦)
- کہ اس ابن سعد سب محدثین کے ہاں ثقہ ہیں (ص ۴۷)
- تاریخ ابن خشیمہ (اصل لفظ خیثمہ ہے) ص ۱۴۳ ـ
- امت محمدیہ کا ایک گروہ بردار اونٹوں پر سوار ہو کر بہشت کی دیواروں پر اترے گا (ص ۳۴۱) ـ
- باقاعدہ کتابوں تدوین عمل میں آئی ـ (ص ٦٠٢)

یہ کتاب پی ایچ ڈی کا مقالہ ہونے کے باوجود نہ جانے کن مصالح کی وجہ سے فہرست کتابیات سے خالی ہے۔ کسی بھی جامعہ میں کوئی مقالہ فہرست کتابیات کے بغیر قبول نہیں کیا جاتا۔ اس لئے ناشر نے فہرست کتابیات حذف کرکے کتاب کی قدر و منزلت کو کم کر دیا ہے۔

ان چند چھوٹے چھوٹے امور کے باوجود زیر تبصرہ کتاب اپنے موضوع کا احاطہ کرتی ہے۔ اردو کے ذخیرے میں ایک قابل قدر اضافہ اور فاضل مصنف کی علمی مہارت، تحقیقی صلاحیت، محنت شاقہ اور سیرت نگاری سے لگن کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ اس لئے فاضل مصنف سے بجا طور پر یہ امید کی جاتی ہے کہ وہ اپنی کتاب کے ضمیمے ترتیب دیتے رہیں گے تاکہ اس کتاب کی اہمیت اور افادیت برقرار رہے اور قاری کو تازہ معلومات یکجا میسر رہیں۔

(محمد طفیل)